© rasailojaraid.com

لطائفِ ادبیّہ

نیرنگِ اسیری

از حضرت محوی صدیقی لکھنوی

یہی طولِ اسیری ایک دن وہ وقت لاتا ہے
کہ آزادی کے نغموں سے بھی دل تکلیف پاتا ہے

خیالِ لالہ و گل، یادِ نسرین و سمن کیسی؟
ذرا صیّاد چمکارے تو بلبل چہچہاتا ہے

سمجھتے ہیں اُسی کو اپنا دشمن وائے بدبختی!
سبق آزادیِ فطری کا جو اُن کو پڑھاتا ہے

کچھ ایسی فطرتِ آزاد ہو جاتی ہے افسردہ
رِہا ہونے کا اندیشہ بھی اکثر دل دکھاتا ہے

اُسی کو اپنی منقاروں سے مل کر نوچ کھاتے ہیں
قفس کو توڑنے کی جو کوئی ہمت دلاتا ہے

بگڑتے اور جھنجھلاتے ہیں اُس غمخوار مخلص پر
جو کوئی شفقتِ صیاد کو دھوکا بتاتا ہے

بہت مسرور رہتے ہیں بہت خوش ہو کے کہتے ہیں
کہ زیرِ سایۂ صیّاد کیا دل چین پاتا ہے

زندگیِ چمن کا تصوّر

دھڑکنے لگتے ہیں دل اور کلیجے کانپ اٹھتے ہیں
چمن کی زندگانی کا تصوّر بھی جب آتا ہے

کہیں زاغ و زغن کی اکثریت جان کی دشمن
کہیں پر دام ہمرنگ زمیں کوئی بچھاتا ہے

کبھی شدت کی سردی ہے، قیامت کی کبھی گرمی
یہ موسم کا تغیر اور بھی دل کو دکھاتا ہے

فضا میں دیکھ کر کالی گھٹائیں دل دہلتے ہیں
کہ شاید آسماں کوئی نیا اب ظلم ڈھاتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ نیند آنکھوں میں راتوں کو ہجومِ بادوباراں سے ۔۔۔ نہ دل طوفانِ رعد و برق سے آرام پاتا ہے
لرزتی ہے زمینِ باغ جب بادل گرجتے ہیں ۔۔۔ شجر کی شاخ بھی اور آشیاں بھی تھرتھراتا ہے
جگر خوں کن کہیں اندیشۂ بچوں کی ہلاکت کا ۔۔۔ کہیں فکرِ نشیمن کے لیے دل داغ کھاتا ہے
ہمیشہ ہے یہاں کی زندگی رنج و کشاکش میں ۔۔۔ یہ دھوکا ہے کہ دل آزادیوں کا لطف اُٹھاتا ہے
پریشاں دل جگر ہر دم، ہجوم افکار کا پیہم ۔۔۔ یہ عالم ہو تو پھر گلشن میں رہنا کس کو بھاتا ہے
غرض ایسے یہاں آلام ارضی و سماوی ہیں ۔۔۔ کہ ہر اک موت کا پُرہول نظّارہ دکھاتا ہے
خدا محفوظ رکھے اس چمن کی زندگانی سے ۔۔۔ خیال اس کا جو آتا بھی ہے تو دل کو ڈراتا ہے

اسیری اور قفس کی راحتیں

قفس کے گوشۂ راحت میں لیکن وہ سکوں پایا ۔۔۔ نہ کوئی پھڑپھڑاتا ہے، نہ کوئی تلملاتا ہے
کہاں ایسی چمن میں زندگیِ مطمئن ہمدم ۔۔۔ ہمیں کچھ جانتے ہیں دل قفس میں سکھ جو پاتا ہے
لحد میں بھی نہ ہوگی وہ فراغت جو یہاں پائی ۔۔۔ عجب کیا گر چمن والوں کو ہم پر رشک آتا ہے
گلستاں میں مصیبت ہے تلاش آب و دانہ کی! ۔۔۔ قفس میں مہرباں صیّاد دانہ ڈال جاتا ہے
نہ خوف گربہ و شاہیں نہ ڈر بجلی نہ آندھی کا ۔۔۔ کہ آقائے قفس ہر کلفت و غم سے بچاتا ہے
اسیری گوشۂ راحت کو جو کہتے ہیں دیوانے ۔۔۔ جنونِ بے محل ان کا ہمارے دل دُکھاتا ہے
بھلا اس سے زیادہ مہربانی اور کیا ہوگی ۔۔۔ تھپک کر پیٹھ خود صیاد پنجرے میں سُلاتا ہے
صف آرا دشمنوں کے سامنے رہ کر دل و جاں سے ۔۔۔ ہمیں دیتا ہے راحت اور خود زحمت اُٹھاتا ہے
نہ پروا اُس کو تیروں کی، نہ تیغوں کی، نہ توپوں کی ۔۔۔ ہمارے سُکھ کی خاطر جان تک اپنی مٹاتا ہے
میسر یہ سکوں پھر بیر اس صیّاد مشفق سے ۔۔۔ حفاظت میں ہماری مال و دولت جو لٹاتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آزادی خواہوں کی نسبت اِن کا نظریہ

نہ ہو راحت ہی جب حاصل تو آزادی کی کیا حاجت
بڑا ناداں ہے جو شور آزادی مچاتا ہے

ہمارا عیش اور سُکھ اس سے کیا دیکھا نہیں جاتا
بغاوت کی جو تدبیریں ہمیں ہر دم سِکھاتا ہے

زمانے میں نہ ہوگا اس سے بڑھ کر کم خرد کوئی
جو یادِ آزادیٔ ماضی کی اب ہم کو دلاتا ہے

خدا کی شان اس کو ناز اپنی عقل و حکمت پر
جو خودداری و خودبینی کے گُر ہم کو بتاتا ہے

قفس والوں کو اس بدبخت سے ہو خاک ہمدردی
جو آزادی کی دُھن میں جانِ شیریں کو کھپاتا ہے

سمجھتے ہیں اُسے ہم قابلِ صد رحم دیوانہ!
جسے دن رات آزادی کا جذبہ خوں رُلاتا ہے

خدا کی مار اس آزادیٔ گلشن کی خواہش پر
کہ جس کی دُھن میں جانِ ناتواں اپنی گنواتا ہے

ہمیں کچھ جانتے ہیں اب جو راحت اور مسرت ہے
یہ پھر آزادیٔ کامل کا مژدہ کیوں سُناتا ہے

ستم صیاد کے جب خود مزہ دینے لگیں دل کو
ہمیں کیوں کوئی گرماتا ہے کیوں غیرت دلاتا ہے

مزے کی نیند ہے، آرام ہے، خطرہ نہیں کوئی
یہ ظالم خوابِ شیریں سے ہمیں ناحق جگاتا ہے

فریبِ نفس ہے ناداں جسے کہتے ہیں آزادی
یہ ہے وہ سبز باغ انساں کو جو شیطاں دکھاتا ہے

یہ دیوانے جو ناحق محوِ فریادِ اسیری ہیں
بجا ہے اُن پہ گر صیاد سو سو ظلم ڈھاتا ہے

وہ اپنی جان کے دشمن ہیں اپنی عقل کے دشمن
جنہیں سودا رہائی کا قفس میں گدگداتا ہے

یہ بیچارے ہماری زندگی کا لطف کیا جانیں
انہیں تو خودسری آوارگی میں لطف آتا ہے

سمجھتا ہے اُسی کو ننگ جس پر ناز ہے ہم کو
پھر اپنی ہی ہوا خواہی و ہمدردی جتاتا ہے

ہمیں ننگِ وطن اور بندۂ صیاد کہہ کہہ کر
گھٹاتا ہے ہماری قدر اور اپنی بڑھاتا ہے

سمجھ کر ہم کو بزدل، بدنصیب و بندۂ راحت
ہماری زندگی پر درد سے آنسو بہاتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قفس میں طائرانِ ہم نوا کو دیکھ کر خرّم
مُناسب تھا کہ خوش ہوں رشک لیکن کھائے جاتا ہے

آزادی خواہوں کا نظریہ بزبانِ غلامی

یہ کہتے ہیں کہ آزادی ہے رحمت قید ہے لعنت
یہ ایک صیاد کا جادو ہے جو تم کو لُبھاتا ہے

چمن والو! غلامی ہے خلافِ غیرتِ فطرت
ہمیں حیرت ہے کیونکر قید میں دل چین پاتا ہے

ضمیرِ انساں کا جب بجھ جاتا ہے طولِ اسیری سے
یہی باتیں خلاف ہمت و غیرت سمجھاتا ہے

مٹا دیتا ہے دل سے زندگی کے ولولے سارے
عمل کی قوتوں کو خاک میں یکسر ملاتا ہے

سُلا دیتا ہے سینوں میں صداقت کی حرارت کو
دماغوں میں چراغ عقل و حکمت کو بُجھاتا ہے

بدن سے سلب کر لیتا ہے بیداری کے عزموں کو
ہر اک جزوِ بدن سے ذوق ایماں کو گھٹاتا ہے

یہ کہتا ہے غلامی اک نتیجہ ہے جہالت کا
یہ فتنہ خاک میں سب عزت و غیرت ملاتا ہے

اجل کا خوف، برق و باد اور شاہیں کا ڈر کیسا؟
مرض ہے یہ تن آسانی کا جو تم کو ڈراتا ہے

خدا پر ہو بھروسا اور دل بیباک پہلو میں
تو دیکھیں کون اس دنیا میں تم کو پھر ستاتا ہے

حقیقت سے ہمیں محروم رکھتی ہے تن آسانی
یہ شیوہ دل کی سب فطری اُمنگوں کو دباتا ہے

بھروسہ اپنے دشمن پر یہ لعنت ہے غلامی کی
یہی بزدل بناتا اور میداں سے ہٹاتا ہے

بھلا یہ موت کوئی شے ہے اتنا جس سے ڈرتے ہو
حیاتِ جاوداں انساں خطروں[1] ہی میں پاتا ہے

خدا جانے یہ سچ یا جھوٹ ہے ہم تو سمجھتے ہیں
کہ جنت سے ہمیں دوزخ کا رستہ یہ بتاتا ہے

اسیروں کا دین و ایمان

ہمارا دین اور ایمان ہے صیّاد کی مرضی
ہمیں چمکارتا ہے یہ کھِلاتا ہے پلاتا ہے

[1] اگر خواہی حیات اندر خطر زی ۔ اقبال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جھکی ہیں گردنیں صیاد کے آگے تو کیا ذلت
کہ سر پر پھیر کر یہ ہاتھ عزت کو بڑھاتا ہے

بُرا کیا ہے مزہ آتا ہے گر جھوٹی خوشامد میں
بجا ہے خیر ہر اک اپنے آقا کی مناتا ہے

ہر اک بندے کو لازم ہے اطاعت اپنے مالک کی
مناسب ہے سزا ئے سرکشی باغی جو پاتا ہے

رہینِ منتِ صیاد ہونا چاہیے ہم کو
مہذب جو بناتا ہے، پڑھاتا ہے سدھاتا ہے

جکڑتا ہے اگر ہر روز دُہرے تہرے رشتے میں
سمجھنا چاہیے ہم کو مصیبت سے بچاتا ہے

ضرور اس میں ہے کوئی مصلحت اور اپنی بہبودی
اگر صیاد میعادِ اسیری کو بڑھاتا ہے

غرض لازم ہے ہم پر شکریہ صیاد محسن کا
بُرا ہو نفس بدظن کا، خدا دانا ہے باطن کا

قومی زبان

(از پروفیسر مولانا یعقوب الرحمٰن صاحب عثمانی)

اس رسالہ میں دلائل کی روشنی میں یہ بحث کی گئی ہے کہ قومیت مشترکہ کے قیام کے لیے ایک ایسی زبان کی ضرورت ہے جو ہندوستان کے ہر خطہ میں بولی یا سمجھی جاتی ہو اور جس کی تعمیر میں ہندوستان کی مختلف قوموں نے حصہ لیا ہو۔ نیز ثابت کیا گیا ہے کہ مقبولیت و وسعت، اشاعت و طباعت کی سہولت، تلفظ کی شیرینی اور دوسری خصوصیات کے لحاظ سے ہندوستان کی مشترک زبان صرف اُردو ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ اُن اعتراضوں کو نہایت سلجھے ہوئے پیرایہ میں رد کیا گیا ہے جو اُردو زبان پر کیے جاتے ہیں۔ غرضکہ مؤلف نے اس چھوٹے سے رسالہ میں نہایت ہی دلنشین انداز بیان کے ساتھ یہ واضح کیا ہے کہ اُردو زبان اپنی مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کی بہترین زبانوں میں سے ہے۔ طرز ادا اس قدر نکھرا ہوا ہے کہ ہر معمولی اُردو جاننے والا اس سے پورا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ دلائل میں اختصار اور جامعیت کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ ۵ر کے ٹکٹ بھیج کر ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیے۔

منیجر مکتبۂ برہان قرول باغ۔ نئی دہلی

© rasailojaraid.com